اتمام حجت

عزیز القدر گرامی وقار جملہ احباب ایڈمین وممبران گروپ سنی علمائے آباد پور

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حقیر فقیر سراپا تقصیر پچھلے کچھ عرصہ سے نہایت مصروف تھا، چونکہ ماہ رمضان المبارک کی آمد آمد تھی، اور ہم ٹھہرے حافظ رمضانی اس لئے ختم قرآن کے لئے تیاری کر رہا تھا، کہ اسی دوران گروپ سنی علماء آباد پور میں حضرت لطف الملت اور مفتی شجاع الدین کے مابین اختلاف رائے اور نزاع لفظی کی جنگ چھیڑ گئی، جواب الجواب کا سلسلہ آگے بڑھتا گیا، تعلقات میں املی کی سی کھٹاس آگئی، دہی جم گیا، دونوں کے مابین تعلقات کو بحال کرنے کے لئے کچھ لوگ شریک سفر ہوئے، اور کچھ لوگ علمی غلغلہ دیکھانے کے لئے کشتی کے میدان میں اتر پڑے، ان کی بدولت دہی پتلا کہاں ہوتا، سکھ کر لڈو بن گیا۔

حقیر نہیں چاہتا تھا کہ اس بحث میں شریک ہوں، اور نہ اس بابت کچھ خامہ فرسائی کی جائے، لیکن یہ سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے، اور علما ایک ایک کر کے گروپ سے از خود نکلتے جا رہے ہیں، اس لئے قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور اب بھی حقیر بحث سے پہلو تہی کر کے عرض گزار ہے کہ یہ دونوں اہل علم کیا تمام علماء اہل سنت ہمارے اپنے ہیں، میں کسی کی ذات کی نسبت کچھ کہنے سننے سے محترز ہوں، البتہ علمی اعتبار سے تنقید برائے اصلاح کا قائل ہوں، اس لئے ابتداً دونوں اہل علم کے اولیں مضامین کو ضرور دیکھا تھا، بعد ازیں کے مضامین میں چند اولیں سطروں پر نگاہیں دوڑا کر مطالعہ کے تسلسل کو روک لیا، چونکہ مفتی صاحب کے انداز تحریر سے محسوس ہوا کہ اب خلوص وللّٰہیت رخصت ہو گئی، اور نفسانیت نے قدم جما لیا، یا ہر مقام پر افتائی زبان استعمال کرنے کی عادت سے مجبور ہے، لیکن لطف الملت آخر ہمارے اکابر ہیں، لائق تعظیم وتکریم ہیں، ان سے بھی تسامح ممکن ہے، معصوم عن الخطا تھوڑی ہے، مگر لغزش واقع ہو بھی جائے تو اس بنا پر ترش روئی سے مخاطبت کرنا اہل علم ودانش کی شان کے

خلاف ہے، افسوس کا مقام ہے کہ ہم ادب کی تعلیم دیتے ہیں مگر ذہانت کو سنوار نہیں سکے، زمینی طور پر اس کا کچھ بھی اثر دیکھنے کو نہیں ملتا، آخر وجہ کیا ہے ؟

باب ادب کا فلسفہ یہی ہے کہ ہر صغیر و کبیر سے، نرم خوئی اور باادب و باملاحظہ گفتگو کی جائے، جس کا اثر معاشرہ پر یہ پڑے گا کہ ہم سے مخطب کرنے والے بھی باادب و باملاحظہ پیش آئیں گے۔ لہٰذا کسی بھی لغزش پر کسی کے خلاف سخت رویہ اپنانا، ترش روئی سے پیش آنا، سامنے والے کے دل سے اپنی رہی سہی عزت کو محو کرنا ہے۔

لہٰذا مخاطِبت کا اصول ہے کہ گفتگو مقام و مرتبے کے لحاظ سے فن ادب کے تمام ترآداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر کی جائے، جو کہ مفتی صاحب کی تحریر میں یہ صفت مفقود ہے، بحث میں تنقید برائے اصلاح ہوتی، جیسا کہ لطف الملت نے روش اپنائی تھی، مگر مفتی صاحب نے تنقید برائے اصلاح کی بجائے تنقید برائے تنقید بلہ بول دیا، جو کہ اہل علم کو ناگوار گزرا، میری طبعت کو بھی بوجھل محسوس ہوا، شاید اس لئے بعض سلیم الطبع حضرات نے گروپ سے قطع تعلق اختیار کر لیا۔

لہٰذا اہل علم سے عرض ہے کہ اگر بحث اصولی ہے، تو بالمشافہ ملاقات کر کے چند حضرات کی موجودگی میں مفتی صاحب کو قائل کیا جائے، اگر اصولی نہیں ہے محض فروعی اختلاف ورائے ہے، تو اس بحث کا خاتمہ یہی پر کر دیا جائے، اور تعلقات میں جو کھٹاس آگئی ہے، طرفین کو چاہئے کہ خلوص وللّٰہیت سے شاد کام فرمالیں، اور اس بابت آئندہ کسی بھی مضمون سے گروپ کو معاف فرمائیں۔

اب آئے بانیان گروپ، جہاں پناہوں کی بارگاہوں میں، ان سے آج کچھ کھٹی میٹھی باتیں ہو جائے، اگر بات واقعی زیادہ کڑوی لگے تو میٹھی چیز زبان خوش بیان سے تناول فرمالیں، اس سے زیادہ میں ملاحت آمیزی نہیں کر سکتا، البتہ یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتا، کہ اس گروپ کو تشکیل پائے تقریباً دو سال کا عرصہ بیت چکا ہے، لیکن آج تک اس کے مقاصد غیر واضح اور سمجھ سے بالاتر ہی رہے، کیا اس گروپ کو تشکیل دینے کا صرف یہی ایک مقصد تھا، کہ

علماء کوایک پلیٹ فارم پر صرف شو کے لئے جمع کیا جائے ؟ یا پھر علمی تفوق و برتری ثابت کرنے کے لئے اسے دنگل بنایا جائے، تنظیم اشاعۃالشریعہ آج بھی قرطاس و قلم تک محدود ہے،اس کے ماتحت سوائے جلسہ وجلوس کے تحریراً کوئی علمی و دینی کاج نہیں ہوا ہے۔

اس سے قبل متعدد بار حقیر نے گروپ کے بینر تلے سے تحریری تحریک چلانے کی کوشش کی تھی، لیکن ثمرآور نہ ہو سکی، ہمارے بعض علماء منجمد الخیال واقع ہوئے،البتہ یہ خیال بھی زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوا، یہ بھرم اس وقت ٹوٹ گیا جب انہیں علمی کاج کی بجائے ذاتی طور پر کسی کو پچھاڑنے کے لئے کوئی شوشہ مل جائے،اس وقت مفید ہو یا غیر مفید مضامین نگاری کا تسلسل ہر گز نہیں ٹوٹتا، یہی انرجی اگر ہم کسی دینی و علمی اور ملی کاج پر صرف کرتے تو کہنے کو کچھ کام ہو سکتا تھا۔

کورونا عذاب الٰہی ہو یا موسمی وبا اس کی وجہ سے جو لاک ڈاؤن کی نعمت ہمیں ملی ہے، فرصت کے لمحات کو آپسی رنجش یا ذاتی تعلقات میں شگاف و دراڑ ڈالنے کی بجائے گروپ میں اہل علم کو لیکر قومی و ملی مسائل پر آن لائن تحریری پروگرام کیا جاتا،ان کے ناخن تدبیر سے سیکڑوں مسائل حل ہو جاتے، ہم جیسے مبتدیان دین اور عوام کو بیہم معلومات فراہم ہوتیں۔

یا اس پر غور و فکر کو مہمیز کرتے کہ علاقے میں ایک ایسے عظیم الشان علمی و دینی ادارے کی ضرورت ہے، جو ہماری نسل نو کو باہر جانے سے کفایت کرے، مدارس اسلامیہ میں جو نصاب صدیوں سے رائج ہے، وہ فرسودہ ہو چکا ہے، وقت اور حالات کی نزاکت کے سبب اس میں ترمیم کر کے کامرس، زراعت، سیاست، طب و حکمت اور تصوف پر مشتمل سبجیکٹ شامل کیا جاتا، تو ہمارے علماء ہنر مند تیار ہوتے، مفلس، بے روزگار اور مجبوری میں عوام کاالانام کے اشارہ چشم وابرو پر نہیں تھرکتے، نہیں! بلکہ عوام کے دست نگر نہیں ہوتے۔

قدیم مدارس کے اکثر مہتمم حضرات دینی افکار وعلوم سے پیدل ہوتے ہیں، اگر پڑھے لکھے ہیں بھی تو اسکول و کالجز کے، ان میں کے اکثر علماء کو حقارت کی نگاہ دیکھتے ہیں، یا دنیا داری سے پیدل اور بے وقوف سمجھتے ہیں، اس کے باجود وہ نہیں چاہتے کہ قوم کے پسماندہ افراد کو ضروری علوم سے مرصع کیا جائے، اور وہ کیوں چاہنے لگیں گے کہ جو علوم لاکھوں کے صرفہ سے حاصل کئے جاتے ہیں، انہیں مفت میں دیا جائے، اس لئے ایک ایسے جدید عالی شان مدرسہ کی ضرورت ہے، جس کا باگڈور اہل علم کے ہاتھوں میں ہوں، اور جس میں جدید طرز پر جدید علوم وفنون کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہو۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدارس اسلامیہ دین کا قلعہ ہے، یہاں پر صرف دین کی تعلیم ہونی چاہئے نہ کہ دنیوی، تو عرض ہے کہ یہ ہماری ذہانت و فطانت کا دیوالیہ پن ہے کہ ہم نے تعلیم کو دینی اور دنیوی میں تقسیم کر دیا ہے، اگر اس تقسیم کو درست مان لیا جائے تو قرآن و حدیث پر ہماری گرفت واقعی بہت ہی ڈھیلی ہے، جن علوم کا اوپر ذکر ہوا، کیا وہ غیر شرعی ہیں؟ کیا ان کی اجازت قرآن وحدیث میں نہیں ہے، اگر ہے، اور واقعی ہے تو پھر یہ تقسیم کیوں؟

کوئی بھی شئی ہو دو پہلو ضرور رکھتا ہے، منفی اور مثبت، دینی امور میں بھی دو قسم کے پہلو ہیں، حلال وحرام، جائز اور ناجائز، لہٰذا حلال اور جائز امور کا جاننا دینی علم ہے، اور ناجائز امور کا جاننا دینی علم نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر یہ تقسیم کیوں؟

اگر تجارت، زراعت و سیاست اور طب و حکمت دنیوی افکار وعلوم ہیں، تو پھر ہمیں خرید وفروخت سے دور، آلات کشاورزی سے نفور، علاوہ ازیں اسپتالوں اور میڈیکل ہالوں میں ایڈمٹ ہو کر ڈاکٹروں سے صحت و تندرستی کی بھیک نہیں مانگنی چاہئے۔

آج ہم ایسے دور میں داخل ہو چکے ہیں، جہاں پر جنگ تیر و تفنگ، بندوق و بم سے نہیں، بلکہ ذہانت وفطانت پر لڑی جارہی ہے، اور ایک قطرہ خون بہائے بغیر پوری کی پوری قوم کو شکست وریخت سے دوچار کر دیا جاتا ہے۔

آج کل انٹر نیشنل میڈیا کی فتنہ پروری بالخصوص مسلمانوں کے خلاف عام ہے،اس کے مقابلہ وانسداد کی تدبیر کیا ہے، کیاانٹر نیشنل میڈیا کا مقابلہ شوسل میڈیا کر سکتا ہے، یا ہمیں انٹر نیشنل میڈیا پر قابض ہونا چاہئے۔

غرض مسائل کی بھرمار ہیں، صرف انہیں دیکھنے والی نظر چاہئے،اور حل کرنے والا ذہن،اور گروپ میں کسی بھی اہل علم و نظر کی کمی نہیں ہے، مگر نہ جانے کیوں سب تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں،اور خاموش ہیں،اگر کوئی کام نہ ہو تو ایسے گروپ میں رہ کر کیا فائدہ، بہتر ہوگا کہ سنیاس لے لیا جائے۔

آخر میں ہیچ مداں کا حقیر سا مشورہ ہے کہ گروپ میں کسی کا بھی علمی قد ناپنے کی کسی کو اجازت نہیں ہونی چاہئے، ہر کام اب آن لائن ہونے لگا ہے،علاقائی، ملی و مسلکی اور دینی کاج کے لئے آن لائن تحریری پروگرام یا سیمنار کا آغاز وانعقاد کیا جائے، پھر ان مضامین کو یکجا کر کے شائع کیا جائے۔

لاکھوں روپئے ہم جلسہ و جلوس میں خرچ کر سکتے ہیں، جس کا ثمرہ عشر عشیر بھی برآمد نہیں ہوتا،تو کیا ہم ایک کتاب نہیں چھپوا سکتے،اور صرفہ کہیں سے کیوں، خود علماء کی تعداد کم نہیں ہیں،ماہانہ سو روپئے بڑی بات نہیں ہے،اشاعۃ الشریعہ کی آفس میں جمع نہیں کر سکتے ؟۔

مذکورہ بالا عناوین پر یا جو بھی سلگتے مسائل ہوں ان پر گروپ میں مشورہ کر کے کوئی حل تلاش کیجئے،واضح رہے کہ صوتی پیغام مسموع نہیں ہوگی، جیسی بھی ہو تحریراً پیغامات ہی کو قابل اعتنا سمجھا جائے گا۔

بہر حال مضمون طویل ہوگیا،اس کے لئے معذرت خواہ ہیں،اور میری کسی بھی لفظ سے کسی کے طبع نازک کو ٹھیس پہنچے، تو ایک ہمدرد قوم کے دل جلے کی تحریر سمجھ کر در گزر فرما دیجئے گا۔

فقط

محمد ساجد رضا قادری رضوی